

بوم ریگ

بوم ریگ لکڑی کا ایک ترچھا سا ہتھیار ہے۔ جو دو ہزار سال قبل، آسٹریلیا کے مقامی باشندے، ابوریجنز کے زیر استعمال رہتا تھا۔ اسے جنگ اور شکار کے دوران استعمال کیا جاتا تھا۔ بیس صدیاں قبل ٹیکنالوجی کیا ہوگی۔ انسانی زندگی بھی بنیادی سطح کی تھی۔ بوم ریگ میں کوئی ایسی قابل ذکر خصوصیت نہیں کہ اس کے بارے میں کچھ بھی لکھا جائے۔ مگر اس میں ایک حیرت انگیز خوبی ضرور تھی۔ یہ ہتھیار شکار یا دشمن پر پھینکنے والے شخص کے ہاتھ سے تیزی سے ہوا میں نکلتا تھا۔ کامیاب یا ناکام ضرب لگاتا تھا۔ اور پھر اسی برق رفتاری سے اپنے مالک کے ہاتھ میں واپس آ جاتا تھا۔ یعنی جو بھی شخص اسے استعمال کرتا تھا۔ یہ اپنا کام کر کے واپسی کا سفر شروع کرتا تھا۔ اور پھر اسی جگہ اور اسی ہاتھ میں دوبارہ موجود ہوتا تھا۔ یہ خوبی اسے بہت زیادہ کارآمد، مہلک اور خطرناک بنا دیتی تھی۔ دو ہزار برس پرانا یہ آلہ آج آسٹریلیا کے ہر میوزیم میں موجود ہے۔

ذہن میں سوال ہوگا کہ اتنے قدیم ہتھیار کے متعلق بتانا شاید آپ کے وقت ضائع کرنے کے مترادف ہو۔ مگر اس کے برعکس گزارش ہے کہ انسانی زندگی دراصل بوم ریگ کا ہی دوسرا نام ہے۔ آپ جو عملی طور پر کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ پلٹ کر واپس اسی قاتل رفتار سے آپ کی طرف جھپٹتا ہے۔ انفرادی زندگی ہو یا قومی دھارا، عائلی معاملہ ہو یا طرز حکمرانی، ہر بات اور عمل واپسی کا سفر ضرور کرتی ہے۔ اس پر اسرار آلہ کا دوسرا نام ”کرما“ بھی ہے۔ ایک ایسا فلسفہ جس سے زندگی کی پیچیدگیاں سمجھنا کچھ آسان سا ہو جاتا ہے۔ اس میں سب سے بڑا آفاقی قانون یہ ہے کہ ”آپ کے تمام خیالات اور عمل کا ایک قدرتی ردعمل ہوتا ہے“۔ یہ نیوٹن کے تیسرے قانون سے ہزاروں برس پہلے کا فلسفہ ہے۔ اسی کرما میں ایک اور قانون بھی پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر آپ کسی بھی چیز یا نظام کو بدلنا چاہتے ہیں تو پہلے اسے تسلیم کریں تاکہ آپ کو اس کے مضمرات کا بھرپور اندازہ ہو جائے۔ کرما ایک ایسی سنجیدہ نکتہ ہے جو بہر حال ایک کالم یا کتاب سے حد درجہ بڑھ کر ہے۔ مگر آج میں بوم ریگ لفظ یا کرما کو انسانی زندگی بلخصوص ہمارے موجودہ اور سابق سیاسی حکمرانوں کی عملی زندگی سے منسلک کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے معاشرے کی بنیادی ہی طاقت کے سامنے جھکنا اور اپنے سے کمزور پر برتری رکھنا ہے۔ یہ اصول حد درجہ ادنیٰ اور غیر معیاری ہے۔ مگر عملی طور پر موجود ہے اور اسے موجودہ صورت حال میں تبدیل کرنا ناممکن ہے۔ ہمارے نظام کا ایک حصہ بیوروکریسی حد درجہ طاقتور ہے۔ اس کے اختیارات بھی بہت زیادہ ہیں۔ بیوروکریسی کو ہر وقت تنقید کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ مگر ہمارے نظام کا ہر عقل مند انسان اس طبقہ سے نسبت رکھنا غیر معمولی طور پر عزت کا مقام سمجھتا ہے۔ بیوروکریسی ساٹھ سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں۔ بیس بائیس برس حکمرانی کا مزا چکھ کر اپنے گھر واپس آ جاتے ہیں۔ انفرادی طور پر یہ

ایک شدید ذہنی جھٹکا ہوتا ہے جسے حد درجہ دانشمندی سے عبور کرنا چاہیے۔ مگر غور فرمائیے۔ تقریباً ہر سرکاری ملازم نے اپنی عملی زندگی میں کوئی نہ کوئی غیر مناسب کام ضرور کیا ہوتا ہے۔ کسی نہ کسی کے قانونی حق کو ضرور دبایا ہوتا ہے۔ سب کی بات نہیں کر رہا۔ اکثریت کی طرف اشارہ ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بیشتر سرکاری ملازمین لوگوں میں اپنی نیکی اور عدل کی کہانیوں کا ہر وقت کا پرچار کرتے رہتے ہیں۔ مگر ایک عنصر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ جو انصافی انہوں نے عام لوگوں سے روارکھی ہوتی ہے۔ وہ بوم ریگ بن کر یک دم واپس انہی پر پلٹتی ہے۔ اس کی اشکال حد درجہ مختلف ہوتی ہیں۔ یک دم انہیں احساس ہوتا ہے کہ انکا کرما انہیں گھیر چکا ہے۔ بڑے بڑے جابر افسران، تنہائی، شدید مایوسی اور لوگوں کے بدلے ہوئے رویوں سے شاک کی نظر آتے ہیں۔ مگر کسی کو یہ بتانے کی ہمت نہیں رکھتے کہ جب وہ صوبہ یا ملک کے اعلیٰ ترین منصب پر تھے، تو مخلوق خدا کے ساتھ انکار وہ کتنا منفی تھا۔ جو نیر افسروں اور عوام الناس کے ساتھ کس تباہ کن لہجے میں بات کرتے تھے۔ انسان کو انسان کیوں نہیں سمجھتے تھے۔ عملی زندگی سے واپسی پر اپنے کرما کا مقابلہ کرنے میں مکمل ناکام رہتے ہیں۔ نتیجہ حد درجہ ہولناک ہوتا ہے۔ کوئی مہلک ذہنی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور کوئی ویسے ہی عدم توجہ سے عضو معطل بن کر فنا ہو جاتا ہے۔ مگر ان میں سے ہر انسان اندر سے بخوبی جانتا ہے کہ انہیں کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔ ظلم کا بوم ریگ انہیں حد درجہ مظلومیت کی حالت میں واپس ملتا ہے۔ مگر اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کھیل ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

یہی عالم ہمارے جید حکمران سیاست دانوں کا ہے۔ وہ وزراء اعلیٰ اور وزراء اعظم جو اپنے آپ کو زمینی خدا سمجھتے ہیں۔ حکمرانی ختم ہونے کے بعد صرف اور صرف داستان گورہ جاتے ہیں۔ آج کل ملکی سیاست کو غور سے دیکھیں تو کرما کا فلسفہ پوری طرح متحرک نظر آتا ہے۔ پورا ملک اس کی لپیٹ میں ہے۔ پنجاب کے سیاست دانوں پر غور فرمائیے۔ ہمارے ایک دہائی تک وزیر اعلیٰ رہنے والے شخص، اپنے ایک ہم خیال اینکر کو انٹرویو دیتے ہوئے اتنی مدبرانہ گفتگو فرما رہے تھے۔ کہ طالب علم تو حیران رہ گیا۔ کیونکہ ان کی تین چار بار کی وزارت اعلیٰ میں موصوف نے اپنے بیان کردہ ایک بھی نکتے پر عمل نہیں کیا۔ طویل حکمرانی میں ان کی سوچ، عدل اور میرٹ کے نزدیک تک نہیں پھٹکی۔ فرما رہے تھے کہ ہر سطح پر مفاہمت ہونی چاہیے۔ سیاسی متحارب فریقین کو اپنے ساتھ ملا کر چلنا چاہئے۔ ہر سطح پر مکالمہ کو فروغ دینا چاہیے۔ اور اجتماعی سیاسی سوچ سے مسائل کو حل کرنا چاہیے۔ مگر جب وہ ملک کے سب سے بڑے صوبے کے حکمران تھے تو ان کے منفی در منفی عمل سے کوئی بھی محفوظ نہیں تھا۔ ان کے سب سے قریبی ساتھی، ایک دن تشریف لائے۔ اور کہنے لگے کہ ”He is kiss of death“، یعنی یہ شخص موت کا عملی داروغہ ہے۔ طالب علم نے اس میں ایک لفظ کو لغوی طرز ترجمہ نہیں کیا۔ چند سند یافتہ گزارشات کرنے میں حق بجانب ہوں۔ اپنے پورے دور اقتدار میں سرکاری وسائل کو لے چمی سے اپنے خاندان پر لٹایا۔ ان کے طویل ترین اقتدار میں

اپوزیشن تو کیا۔ حکمران جماعت کے اسمبلی ممبران بھی ان سے نہیں مل سکتے تھے۔ کئی ایسے ایم پی اے تھے جنہیں وہ سال ہا سال ’ون ٹون‘ میٹنگ میں نہیں ملے۔ نام نہیں لکھنا چاہتا۔ اہم ترین وزیر بھی کئی کئی گھنٹے ملاقات کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔ اور اکثر ناکام واپس جاتے تھے۔ ہر طرف ایسے کارندے موجود تھے جو ٹرانسفر یا دیگر کام کروانے کی فیس وصول کرتے تھے۔ کیا لکھوں، کیا ذکر کروں۔ بخدا اتنا کچھ جانتا ہوں کہ عرض کرنا مشکل ہے۔ مگر وہی شخص، اقتدار سے صرف تین سال دور رہ کر اتنا بے حال ہو چکا ہے کہ یقین نہیں آتا کہ یہ دراصل وہی انسان ہے جو پورے صوبے کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔ کرپشن کے تمام ثبوت سامنے آنے کے بعد بھی لایعنی باتیں فرمانا عین فرض منصبی سمجھتا ہے۔ صرف عرض کرنا چاہوں گا۔ کہ وہ بلکہ پورا خاندان اپنے سیاسی اعمال کے بوم رینگ میں پھنس چکا ہے۔ کرما، پوری طاقت سے ان تمام لوگوں کے اعصاب پر حاوی ہو چکا ہے۔ کل کیا ہوتا ہے، کسی کو معلوم نہیں۔ مگر انہیں اپنے اندر غور سے جھانکنا چاہیے۔ کہ انہوں نے اپنے دور حکمرانی میں کس کس کے ساتھ کتنی کتنی بڑی نا انصافی کی ہے۔ مگر وہ کبھی بھی سنجیدگی سے گریبان میں نہیں جھانکیں گے۔ اور بوم رینگ انہیں چھوڑے گا نہیں۔ یہی کرما ہے۔ جناب، یہی کرما ہے!

